R. No. 2186/57 • Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت [illegible]

نئی دہلی ...
قیمت فی پرچہ ...
سالانہ چندہ ...

جلد ۲۳۔ شمارہ ۲۷	ایڈیٹر۔ آل احمد سرور	۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء

کل ہند اردو کانفرنس جے پور

اب یہ طے ہو گیا ہے کہ انجمن کی کل ہند اردو کانفرنس ۳، ۲، ۴ اکتوبر کو جے پور میں ہوگی۔ اس سلسلے میں ایک استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل ہو چکی ہے اور پروگرام کے مطابق تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ عنقریب اس کا اعلان کیا جائے گا کہ کانفرنس کا افتتاح کون کرے گا اور صدارت کے فرائض کون انجام دے گا۔ توقع ہے کہ شاخوں کے نمایندوں کے علاوہ اس کانفرنس میں اردو کے ممتاز ادیب، صحافی، ناشر اور اہم کارکن شریک ہوں گے۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ ریاستوں میں اردو کی موجودہ پوزیشن کا جائزہ لیا جائے اور یہ طے کیا جائے کہ کہاں کہاں کس قسم کے اقدامات کی ضرورت ہے۔ نیز مجموعی طور پر اردو تحریک کا جائزہ لے کر اپنی خامیوں کو دور کیا جائے اور اپنی خوبیوں کو آگے بڑھایا جائے۔ ہمیں حکومت سے تو اس سلسلے میں مطالبات کرتے ہی ہیں کیوں کہ ہر جمہوری حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ لسانی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف انصاف کرے بلکہ اس طرح انصاف کرے کہ اقلیتوں کو بھی پورا اطمینان ہو جائے۔ مگر اس سے زیادہ ہمیں اردو دوستوں کو اپنے طور پر کام کرنے، منظم ہونے اور تعمیری جد و جہد کرنے کا عادی بنانا ہے تاکہ ان کی طاقت اور ان کا وقت تخریبی اور ہنگامی باتوں میں ضائع نہ ہونے پائے اور نہ ان کے جوش و جذبے کو کوئی خاص گروپ اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر سکے بلکہ وہ جمہوریت کے استحکام اور قومی یک جہتی کے فروغ کے مقدس کام میں مدد دے سکے۔ اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً ضروری اعلانات "ہماری زبان" میں ہوتے رہیں گے۔

پنجاب میں اردو

پنجاب میں اردو کی مقبولیت اور ہر دل عزیزی مسلم ہے پنجابیوں نے اردو کی بڑی خدمت کی ہے اور آج بھی وہاں اردو ہر جگہ بولی جاتی ہے اور پڑھی جاتی ہے اور لکھی جاتی ہے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ سچر فارمولے کے بعد سے پنجاب میں اردو کی تعلیم کے سلسلے میں رکاوٹیں پیدا ہوئیں اور اگرچہ بعض سہولتوں کا بعض اوقات اعلان کیا گیا مگر عملی طور پر اب بھی بہت سی دشواریاں موجود ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر موقع دیا جائے تو پنجاب کے سبھی ہندو اردو کو تیسری زبان کے طور پر اردو پڑھنے کو تیار ہوں گے۔ ہمیں امید ہے کہ نئے وزیر اعلیٰ شری رام کشن اس سلسلے میں پنجاب کی روایتی اردو دوستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو کی ہر منزل پر تعلیم کے سلسلے میں مناسب اقدامات کریں گے، نیز پنجاب یونی ورسٹی اور پنجابی یونی ورسٹی میں اردو کے مستقل اور آزاد شعبے قائم کریں گے تاکہ اردو میں تحقیق و تنقید کا کام تیزی سے ہو سکے اور اس کا معیار اور بلند ہو سکے۔ آگے بڑھنے میں ماضی کی اچھی روایات سے مدد ملتی ہے۔ اگر اردو کی تعلیم کا ہر منزل

اِس شمارے میں

پر انتظام ہو تو ہمارا خیال ہے کہ اس سے پنجاب میں قومی یکجہتی کو فروغ ہوگا، فرقہ واریت کی لے ختم ہوگی اور پنجاب اور تیزی سے اپنی منزلِ مقصود کی طرف گامزن ہو سکے گا۔

سیربین

اخبار آج کل ہر پڑھے لکھے آدمی کے لیے زندگی کا ایک ضروری جز ہو گیا ہے۔ اگر وہ اخبار نہ پڑھے تو اسے کھانا ہضم نہ ہوگا اور ہر شے میں کسی چیز کی کمی محسوس ہوگی، اگر کسی وجہ سے اخبار والا اخبار نہ لا سکے تو وہ گھر میں چڑچڑے پن کا مظاہرہ کرنے لگا، بیوی سے چھوٹی سی بات پر لڑ بیٹھے گا، بچوں کو بلا وجہ ڈانٹ دے گا۔ اور جب اخبار مل جائے گا تو وہ اطمینان کا سانس لے کر مذہبی معاملات دینی مسائل، کسی نیتا کے بیان، کسی کھلاڑی کے کمالات میں محو ہو جائے گا۔ گویا اخبار جدید دور کی افیم ہے۔

غور سے دیکھیے تو اخبار وں میں کیا ہوتا ہے۔ ہر واقعے کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے حقیقت میں رنگ آمیزی ہوتی ہے، ہار کو جیت اور جیت کو ہار بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ لوگ گرانی کی وجہ سے پریشان ہیں، اخبار کہتا ہے کہ بیسف غلّے کا بھاؤ گرنے لگا غلّے کا بھاؤ ابھی خطرناک حد تک نہیں بڑھا۔ اخبار لکھتا ہے کہ گیہوں نایاب ہو گیا ہے۔ کوئی کانفرنس ہو اور اس میں کتنے ہی لفظوں کے جال بچھائے جائیں، اسے فیصلہ کن اور انقلابی قرار دیا جانے لگا۔ کہیں کوئی پل ٹوٹ جائے تو بس قیامت آ جائے گی۔ کتنے پل بن رہے ہیں اور بن چکے ہیں، اس پر کوئی دھیان نہ دے گا۔ کہیں کوئی ہندو غنڈا کسی مسلمان غنڈے کو مار دے، بس فرقہ وارانہ فساد قرار دے دیا جائے گا۔ کوئی مسلمان غنڈا کسی ہندو لڑکی کے ساتھ بدتمیزی کرے، اخبار سارے مسلمانوں کو خطرہ قرار دے دے گا۔ تاریخ کی پرچھائیوں کو ٹٹولا جائے گا اور ایک نیا نظریہ جنم لے لے گا۔

پھر ایک اخبار ایک ہی واقعے کو شاندار کامیابی قرار دے گا، دوسرا شکست کا پیش خیمہ۔ ایک کسی بیان پر تعریفوں کے پُل باندھ دے گا اور دوسرا اس میں کیڑے ڈالے گا۔ ایک رشوت ستانی اور بدعنوانی کی ایسی داستان چھیڑے گا کہ دنیا رشوت کا کاروبار معلوم ہونے لگے، دوسرا ایمان اور دھرم کے ایسے افسانے سنائے گا کہ معلوم ہوگا یہاں صرف فرشتے بستے ہیں۔ غرض زندگی ویسے ہی کیا کم پیچیدہ ہے کہ ان اخبار نویسوں نے اسے اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔ کبھی تو خیال ہوتا ہے کہ دنیا میں سب خیریت ہے، یہ اخبار والے اپنی روزی کی خاطر بلا وجہ ہم جیسے بھلے مانسوں کو ڈراتے رہتے ہیں کبھی یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ انسانیت ایک مہیب غار کے دروازے پر کھڑی ہے اور کسی وقت ایسا دھماکا ہونے والا ہے کہ اخبار، اخبار نویس اور اخبار پڑھنے والے سب اس روئے زمین سے غائب ہو جائیں گے۔

کل ہند اردو کانفرنس کی تاریخیں

انجمن کی کل ہند اردو کانفرنس جے پور میں منعقد ہو رہی ہے اس کی تاریخیں ۲، ۳، ۴ اکتوبر ۶۶ء مقرر ہو گئی ہیں۔ اس سلسلے میں اور تفصیلات عنقریب شایع ہوں گی۔

جنرل سکریٹری

سنا تھا کہ جنگ میں پہلا قتل صداقت کا ہوتا ہے۔ مگر اب تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ امن کے زمانے میں بھی حق و صداقت برابر قتل ہوتے رہتے ہیں اور اس جرم میں سب سے زیادہ اخبار اور اخبار نویس شریک ہیں۔ ویسے پڑھنے والے بھی کم مجرم نہیں کیوں کہ اخبار تو پڑھنے والوں کی دلچسپی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ جس طرح ہر قوم کو ویسی ہی حکومت ملتی ہے جس کی وہ اہل ہے اسی طرح ہر قوم کو اخبار بھی اس کے مزاج کے مطابق ہی میسر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے یہاں اچھے اخبار بھی ہیں، مگر عام معیار کیسا ہے، کیا اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔

"شیرازہ" کا کشمیری ایڈیشن

کلچرل اکیڈمی کی سنٹرل کمیٹی نے "شیرازہ" کو کشمیری زبان میں شایع کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ اکیڈمی کے ایک پریس نوٹ کے مطابق "شیرازہ" کا کشمیری ایڈیشن اگست میں منصۂ شہود پر آئے گا۔

(روشنی سرینگر)

سہ ماہی "ساغر"

پٹنہ سے سہ ماہی "ساغر" شایع ہو گیا ہے۔ یہ ایک معیاری ادبی رسالہ ہے اور اس میں بلند پایہ ادیبوں کی تخلیقات شامل ہیں۔ اس کی قیمت تین روپیہ ہے اور ملنے کا پتہ ہے: "ساغر" جمیرہ، مصلح پور، پٹنہ ۶

عابد رضا بیدار

علومِ اسلامیہ کی اُردو انسائیکلوپیڈیا

لاہور سے لائڈن والی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جو ترجمہ مع ترمیم و اضافہ کے اُردو میں ہو رہا ہے مندرجہ بالا عنوان سے مبادا کوئی اس کی طرف نسبت نہ سمجھ لیں۔ میں یہاں اُردو کے دو مستند علمی رسالوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن میں سے ایک کی کوئی نصف صدی کی تاریخ ہے اور دوسرے کی ربع صدی کی۔ ان دونوں رسالوں میں تاریخ اسلام، سیرت رسول، خلفا، صحابہ، اور مشاہیر اسلام کے سوانح، علوم مذاہب، علوم قرآنیہ، علوم حدیث، تفسیر، فقہ، اسلامی فلسفہ منطق، نفسیات، اسلامی معاشیات، سیاسیات، قانون، عسکریات، تعلیمات، لسانیات، ادبیات (فارسی، عربی اور اُردو) نادر قلمی کتابیں اور قلمی کتابوں کے ذخیرے، اسلامی سائنسی علوم، اسلامی اطلاقی سائنسی علوم، فنون لطیفہ جن میں مصوری، موسیقی، تعمیر، ظروف سازی، کتابت (خوش نویسی) وغیرہ شامل ہے، تاریخ و آثار قدیمہ، سفرنامے، اسلامی یورپ اندلس، صقلیہ اطالیہ اسلامی افریقا، چین، وسطی ایشیا، ایران، افغانستان، عربستان اور ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں ان رسالوں میں معتمد مصنفوں کے لکھے ہوئے مستند مقالے ایسے متنوع موضوعات پر اور اتنی دقت نظر اور وسعت معلومات کے ساتھ معتبر انداز پر کسی دوسری جگہ کسی اسلامی زبان میں بھی مشکل سے ملیں گے اُردو کا تو ذکر ہی کیا جس میں ان دو رسالوں کو چھوڑ کے لے دے کے ایک نام اور باقی بچتا ہے جہاں فارسی اور عربی ادبیات اور تاریخ کا کچھ معتبر مسالہ مل جاتا ہے یعنی اورینٹل کالج میگزین باقی اُردو کے سارے رسائل یا تو ادبی ہیں یا سیاسی یا سنی سنائی علمی روایات کے ناقل یا پھر معجون مرکب۔ اورینٹل کالج میگزین میرے احاطہ میں اس لئے نہیں آسکا کہ ایک تو سب سے بڑی بات یہ کہ اس کا اشاریہ چھپ چکا ہے جس سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے دوسرے یہ کہ جیسا کہ میں نے پہلے کہا اس میں وہ وسعت نہیں جو انسائیکلوپیڈیا کا بدل بن سکے ادھر چند برسوں سے پاکستان سے "ثقافت"، "اقبال"، "الرحیم" اور ایک دو اور رسالوں میں بھی اسلامی علوم پر اچھا مسالہ جمع ہو رہا ہے لیکن ان میں سے کسی میں بھی وہ گہرائی، خالص علمیت اور استنادی انداز نہیں ہوتا نہ وہ اور یجنلٹی جو اعتبار دیتی ہے۔ ہندوستان میں مجلہ علوم اسلامیہ (علی گڑھ) جس کے ۱۰ پرچے نکل چکے ہیں اورینٹل کالج میگزین کا بدل بن رہا ہے بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی بھاری بھرکم ہے لیکن ہمارے مندرجہ بالا معیار پر وہ بھی اس منزل میں نہیں کہ انسائیکلوپیڈیا میں محمد و معاون ہو سکے یوں بھی ابھی اس کی عمر کیا ہے۔ باقی مذہبی یا اسلامی رسالوں میں الفرقان، ترجمان القرآن اور زندگی، الاصلاح، سرفراز، وغیرہ ایسے ہیں کہ ان کی نوعیت تحریکوں کے آرگنوں کی ہے اور اگر اتفاق سے کوئی علمی موضوع کبھی چھڑ جاتا ہے تو اس پر بھی تحریکی انداز ہی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ قدیم پرچوں میں جامعہ میں اور نیاز کے نگار اور میاں بشیر احمد کے ہمایوں میں کبھی کبھی مذہبی اور علمی مباحث بھی نظر آجاتے ہیں خاص کر اول الذکر میں۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ان کی حیثیت علمی سے زیادہ معلوماتی ہے دس بیس سال میں دس بیس مقالوں سے کلیۃً ختم نہیں ہوتا۔ اس لئے اب میں اپنے موضوع کی طرف آؤں کہ اردو میں علم اور علوم اسلامیہ کے ساتھ خلوص برتنے والے رسالے صرف دو ہیں ایک جو لگ بھگ پچاس سال سے یہ خدمت انجام دے رہا ہے "معارف" (اعظم گڑھ) ہے اور دوسرا جس کی اس سے آدھی عمر ہے اسے بھی ۲۹ سال ہو گئے ہیں میرا مطلب "برہان" (دہلی) سے ہے ان رسالوں کی مکمل جلدیں کم ہی کسی جگہ محفوظ ہونگی۔ اپنی جامعیت اور تنوع کے لحاظ سے یہ دونوں ملکے ایسی انسائیکلوپیڈیا ہیں جو چھپی چھپائی ہمارے پاس اُردو زبان میں موجود ہے مگر جس سے استفادہ بسہولت ہر ایک کے لئے ممکن نہیں رہا ہے شاید محض اسی لئے کہ ہر ایک کی نظر سے ان کا فائل نہیں گزرا ہوگا میرا یہ دعویٰ جو مضمون کا عنوان ہے، ممکن ہے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھا جائے۔

مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم (م ۸۸۴ء ۔ ۱۹۵۳ء) کی ادارت میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے جولائی ۱۹۱۶ء رمضان ۱۳۳۴ھ میں معارف کا پہلا پرچہ نکلا اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی ادارت میں ندوۃ المصنفین دہلی کی جولائی ۱۹۳۸ء میں برہان کا پہلا پرچہ شائع ہوا جب معارف اپنی ایک پوری کرچکا تھا مولانا سید سلیمان کی زندگی ہی میں انکے بھوپال چلے جانے کے بعد ۱۹۴۶ء سے معارف کی ادارت شاہ معین الدین ندوی نے سنبھالی اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی جگہ مختلف اوقات میں ندوۃ المصنفین کے ناظم مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی لیتے رہے جو عملاً آج بھی ادارہ اور برہان دونوں کو چلا رہے ہیں۔

معارف اور برہان دونوں پرچوں نے اسلامی اور عمومی علمی موضوعات پر مستند اور مفید ٹھوس مضامین کا اتنا بڑا ذخیرہ اُردو میں فراہم کر دیا ہے جس کی نظیر اسلامی دنیا میں تو ملنی دشوار ہے، یورپ اور امریکہ کی اور بات ہے، عرب دنیا میں بعض مجلے ضرور ایسے ہیں جن کی ایک لمبی تاریخ ہے لیکن ان میں سے بیشتر بند ہو چکے ہیں اور زیادہ تر ایسے رہے ہیں جن پر یا تو سیاست یا پھر مذہب حاوی رہا ہے علمیت نہیں اب شام، عراق، مصر بلکہ سعودی عرب تک سے کچھ ایسے پرچے ضرور نکلنے لگے ہیں، دس پندرہ برس سے، جو علمی تحقیق کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کے حصہ لے رہے ہیں ایران میں بھی دو ایک ایسے پرچوں کی موجودگی کی اطلاعیں ملتی رہتی ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں

معارف کی فضیلت کے لئے تنہا یہ امر کافی ہے کہ اسے ۵۸ سال کی عمر نصیب ہو چکی ہے اور خدا اس کی عمر دراز کرے۔ اس آدھی صدی کی مدّت میں تواتر اور استقلال کے ساتھ یہ ایک ہی میدان میں جارہا ہے اور ایک سے معیار کے ساتھ! برہان کی بھی یہی کیفیت ہے ۳۶ سال ہو گئے مگر دلی کی قیامت کبریٰ میں چار پانچ مہینے کے تعطّل کے سوا اس کا تواتر بھی آج تک نہیں ٹوٹا۔

سیّد صاحب شبلی کے پروردہ تھے اور ندوہ کے فاضل۔ الندوہ جیسے اعلیٰ پایہ کے علمی پرچہ کی مددگار ادارت کا تجربہ تھا اس کے بعد مولانا ابو الکلام کے الہلال میں بھی چند مہینے کام کر چکے تھے۔ عربی، فارسی، اردو کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ سے بھی ضروری واقفیت تھی اور مغربی علوم اور مغربی زبانوں سے بھی اپنا مطلب اخذ کرنے کی صلاحیت تھی، علمی مذاق بھی تھا اور ادبی ذوق بھی۔ معارف نکلا اور نکلتے ہی چمک گیا۔ اور رفتہ رفتہ اس کا ایک ٹھوس حلقہ بنتا گیا لکھنے والوں کا بھی اور پڑھنے والوں کا بھی، جو مضبوط تر ہی ہوتا گیا۔

سید صاحب ۱۹۴۶ء کی جولائی سے ریاست بھوپال کے امور مذہبی کے ناظم اعلیٰ ہو کر اعظم گڑھ سے چلے گئے مگر رسالے کی نگرانی جاری رہی ان کی عدم موجودگی میں شاہ معین الدین ندوی (اور ایک سال کے لئے سید ریاست علی ندوی) ان کا ہاتھ بٹاتے رہے شذرات اور رسالوں کتابوں پر تبصرے لکھتے رہے۔ پرچہ پر بدستور ایڈیٹر کی جگہ سید سلیمان ندوی کا نام آتا رہا۔ ۱۹۴۹ء سے شریک مرتب کے طور پر شاہ معین الدین ندوی کا نام بھی باقاعدہ شامل ہو گیا حالانکہ سراسر ترتیب اب انھیں کی ہوتی تھی ۱۹۵۱ء میں سید صاحب کے پاکستان چلے جانے کے سال ڈیڑھ سال بعد شاہ صاحب کا نام ایڈیٹر کی حیثیت سے آیا اور وہی اب تک معارف کے ایڈیٹر ہیں۔

معارف کے مشتملات کی نوعیت میں جنگ کے بعد یا اس کے دوران ہی ایک نمایاں فرق تو یہ آگیا کہ نئے رسالوں اور اخبارات پر نئی مطبوعات کے ذیل میں جو ہر چھٹے مہینے تبصرے نکلتے رہتے تھے وہ بند ہو گئے۔ ان تبصروں نے ایک تاریخ بنائی ہے، اردو صحافت کی تاریخ، ۱۹۱۶ء سے لیکر اس وقت تک کی صحافت کی یہ تاریخ معارف ہی کے صفحات میں محفوظ ہے اور کہیں نہیں۔ کئی سال بعد ۱۹۴۹ء میں ایک بار یہ سلسلہ چھڑا پھر بند ہو گیا پھر ۱۹۵۸ء میں ایک بار اور اس کے بعد ۱۹۶۳ء میں بھی صرف ایک بار، اصول ختم ہو گیا۔

سائز دونوں رسالوں کا ۲۰×۳۰ سمجھنا چاہیئے اور صفحات کی تعداد معارف کی اب تک ۸۰ رہی ہے برہان کی ۸۰ سے ۶۴ ہو گئی کتابت معارف میں گھنی ہوتی ہے اور مواد زیادہ سے زیادہ آتا ہے برہان میں کھلی کتابت رہی ہے منظومات کا حصّہ منھ کا مزہ بدلنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے غیر اہم ہے (شاید غیر مناسب بھی ہے!) شذرات یا نظرات دونوں رسالوں میں ہوتے ہیں اور اکثر بیشتر اس قابل ہوتے ہیں کہ انھیں دوسرے مندرجات کے ساتھ مستقل بالذات نوعیت کے مقالوں میں شمار کر کے حوالہ دیا جاسکے۔ کاغذ ہمیشہ (جنگ کے زمانے کو چھوڑ کے) دونوں نے اچھا استعمال کیا، سفید کاغذ ٹائیٹل ہمیشہ سادہ رہا اور بجز معارف کے دو خاص نمبروں کے دونوں نے مدّت العمر کوئی خاص نمبر شائع نہیں کیا جو عام طور سے اردو رسالوں کی روش رہی ہے۔ ایک خاص نمبر صدر یار جنگ نمبر کے طور پر مولانا شروانی کی یاد میں ۱۹۵۰ء میں نکلا دوسرا سلیمان نمبر سید صاحب کی وفات پر

برہان اور معارف میں جن کتابوں پر تبصرے ہوئے ہیں ان کی فہرست الگ بننی چاہیے جس سے پچھلی نصف صدی میں علمی و ادبی ترقی کا ایک بڑا حصّہ سامنے آجائے گا۔

اور معارف و برہان کے مضامین کا ایک ایسا اشاریہ موضوع وار مرتب کیا گیا ہو، اردو میں اس اہم کمی کو بڑی حد تک پورا کر سکے گا جس کے لئے انگریزی کی طرف تکا جاتا ہے پھر اس اشاریہ کو دیکھ کر ہر ضرورت مند آسانی کے ساتھ اپنے متعلقہ مضامین تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر رسالے ہر جگہ نہ مل سکیں تو حوالہ پانے کے بعد ان بڑی لائبریریوں سے جہاں ان کے مجلدات محفوظ ہیں ان کے حوالے بآسانی منگائے جاسکتے ہیں دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ تصنیف کی تکرار سے بچا جاسکے گا میں نے متعدد ایسے مقالے حال کے بعض مقتدر رسالوں میں دیکھے ہیں جو بعینہٖ یا تھوڑے سے فرق کے ساتھ معارف میں شائع ہو چکے ہیں اور اب یا تو نئے مصنفوں کی نظر سے اوجھل رہے ہیں اس لئے محنت میں تکرار ہوئی یا دیکھ کر نقل اڑائی گئی ہے کہ اب اتنے پرانے رسالے کون دیکھے گا۔ معارف اور برہان کا اشاریہ رام پور کے انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹیڈیز نے لائبریری سائنس کے اصول پر مرتب کر لیا ہے جو شائع ہونے کے بعد مفید ثابت ہو سکتا ہے!

ابتدائی تعلیم مادری یا علاقائی زبان میں دی جائے

حیدرآباد کی آندھرا مہیلا سبھا کی طرف سے کھولے جانے والے ایک اسکول کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹر سی ڈی دیش مکھ وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی، نے کہا کہ پرائمری اسکولوں میں ذریعہ تعلیم مادری یا علاقائی زبان کو ہونا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے کہ انگریزی کی تعلیم ابتدائی درجوں ہی میں شروع ہونا چاہیے کیونکہ ہم اسی زبان کے ذریعہ عالمی علوم سے متعارف ہو سکتے ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز)

زبانوں کا مطالعہ قومی یکجہتی کا ذریعہ

کلکتہ میں ہندوستانی زبانوں کے انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کرتے ہوئے صدر رادھا کرشنن نے ہندوستانی زبانوں کے مطالعہ پر زور دیا۔ انھوں نے کہا کہ ملک میں قومی یکجہتی پیدا کرنے کے لئے ہندوستان کی مختلف زبانوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

(نیشنل ہیرالڈ)

حامد بھیکاوی

مشعل

تیرگی رات کی بڑھتی ہی چلی آتی ہے
میری امید کی مشعل کو بجھانے کے لئے
میں کہ ہوں خواب سے بیزار
اندھیروں کا حریف
اپنی امید کی مشعل کے سہارے اب تک
رات کے دیوسے لڑتا ہی رہا
خواب نے
اک نہیں سو بار کمندیں ڈالیں
میں نے ہر ایک کو ناکام بنایا اب تک
رات کا دیو ابھی گھات میں بیٹھا ہے مری
خواب کو فکر ہے اب تک کہ کمندیں ڈالے

شکیب ایاز

سراب

ہم کہ منت کشانِ قطرۂ آب
سوئے شہرِ سراب بڑھتے رہے
یعنی اک جستجو ہی کرتے رہے
راہ میں سیکڑوں تھے میخانے
جن میں رقصاں تھے جام گل بادہ!
پھر بھی بادہ کشانِ میخانہ
ایک چلو بھی ہم کو دے نہ سکے
دیکھ کر بلکہ زردیِ رخسار
قہقہوں کے بلند زہر ہوئے
پھر بھی ہم رہروانِ اہل تلاش
آگے بڑھتے رہے کہ شاید اب
کوئی نہرِ حیات مل جائے
اور بجھ جائے دل کی پیاس مگر
عمر بھر ہم سراب کے مارے
ہر قدم پر فریب کھاتے رہے
پیاس کو پیاس سے بجھاتے رہے

ظہیر غازی پوری

مشاہدہ

کچھ بھی ہو مگر تجربہ شاہد ہے مرا
کانٹوں سے بھی دستِ رنگ بو نکلے گا
بے جان نہیں ہے کوئی شے دنیا میں
پتھر کو بھی توڑو تو لہو نکلے گا!

پنڈت نہرو کی اردو کتاب

مرحوم وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی ایک نئی کتاب "تاریخی شخصیتیں" کے نام سے اردو زبان میں بہت جلد مکتبہ جامعہ لمیٹڈ (دہلی) سے شائع ہونے والی ہے۔

"تاریخی شخصیتیں" پنڈت نہرو کی مشہور انگریزی تصنیف "گلمپسز آف دی ورلڈ ہسٹری" (تاریخ عالم کی جھلکیاں) میں زیر بحث آنے والی شخصیتوں کا انتخاب ہے اور پہلی بار اردو میں شائع ہونے جا رہا ہے۔

پنڈت نہرو کی ایک اور کتاب "باپ کے خط بیٹی کے نام" جو اس سے قبل مکتبہ جامعہ سے شائع ہو چکی ہے اور اس وقت بازاروں میں نہیں ملتی ہے اس وقت چھاپے خانے میں ہے اور توقع ہے کہ اسی مہینے طباعت کے مرحلے سے گزر کر بازاروں میں آجائے گی۔

آخر الذکر کتاب بھی مکتبہ جامعہ سے شائع ہو رہی ہے پنڈت نہرو کی تصانیف کے تمام اردو ترجمے پنڈت نہرو کی خواہش کے مطابق عموماً مکتبہ جامعہ (دہلی) سے شائع ہوتے ہیں۔

مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر شری جی۔ آر۔ تاباں نے ایک ملاقات میں بتایا کہ پنڈت نہرو کو ان کی کتابوں پر حسب دستور مکتبہ جامعہ رائلٹی دیتا تھا جس کی باضابطہ رسید پنڈت جی خود اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے بھیجتے تھے یہاں تک کہ جامعہ کی درسی کتابوں میں جب پنڈت نہرو کا کوئی مضمون شامل کیا جاتا اور حسب دستور اس کا معاوضہ جو عموماً پندرہ روپے ہوتا ہے، پنڈت نہرو کو بھیجا جاتا تو وہ اس کی بھی رسید خود تحریر کر کے بھیجتے تھے۔

خود رسید تحریر کرنے میں یہ کمال احتیاط پنڈت نہرو کے پیش نظر رہتی تھی کہ نجی امور میں اپنے سرکاری عملے سے کوئی خدمت نہ لی جائے

پنڈت نہرو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے خاص سرپرستوں میں تھے اور آزادی سے قبل اور بعد اس کی مالی دقتوں کو اپنی جیب خاص سے رفع کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

مکتبہ جامعہ کی بھی برابر انھوں نے مدد کی اور اپنی مشہور آپ بیتی کے اردو کے ترجمے کے سلسلے میں جو "میری کہانی" کے نام سے کئی بار شائع ہو چکا ہے مکتبہ جامعہ کو جو اس وقت ابتدائی حالت میں تھا بہت سی سہولتیں دی تھیں۔ (قومی آواز لکھنؤ)

۱۹۶۴ء کے لئے ریڈیو ڈرامہ

آل انڈیا ریڈیو کے زیر اہتمام مختلف یونیورسٹیوں کے طلبا کا ڈراموں کا سالانہ مقابلہ جلد ہی ہوگا۔ یہ مقابلہ تمام علاقائی زبانوں اور انگریزی میں ہوگا۔ ہر یونیورسٹی جتنی زبانوں میں چاہے ایک ڈرامہ مقابلہ کے لئے بھیج سکتی ہے یہ ڈرامہ یونیورسٹی کے کسی مصدقہ

طالب علم کا لکھا ہونا چاہئے اور اسے طبع زاد ہونا چاہئے اس ڈرامہ کے کھیلے جانے میں ۳۰ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگنا چاہیے۔

اس کے علاوہ ایسے طلبار کے لئے جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے اور جو ایسی یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں جہاں ذریعہ تعلیم ہندی نہیں ہے ایک مزید مقابلہ کا اہتمام کیا جائے گا۔ ایسی یونیورسٹیوں کے ذریعہ پیش کئے جانے والے ہندی ڈرامہ کو طبع زاد ہونا چاہیے یا علاقائی زبان کی طبع زاد تخلیق کا ہندی ترجمہ ہونا چاہئے یا قدیم یا جدید کسی تخلیق کا ریڈیو روپانتر ہونا چاہیے۔

یونیورسٹیوں اور کالجوں کے آل انڈیا ریڈیو کے قریب ترین اسٹیشن کو مسودے ۱۵ رستمبر تک موصول ہو جانے چاہئیں۔

یہ مقابلے ہر سال ہوتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ یونیورسٹی کے طلبار میں ریڈیو ڈرامہ لکھنے کی صلاحیت کی حوصلہ افزائی کی جائے یہ مقابلے ۱۹۵۵ء میں شروع کئے گئے اور ان سے نوجوان لکھنے والوں کو بہترین مواقع ملے ہیں۔ (قومی آواز)

مسوری میں مشاعرہ

۲۱ رجون کی رات کورنگ ہال میں سٹی بورڈ مسوری کی طرف سے ایک آل انڈیا مشاعرہ کا بندوبست کیا گیا جس میں ہندوستان گیر شہرت کے مالک شعرا نے شرکت کی۔ قابل ذکر نام حسب ذیل ہیں۔

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر۔ تسکین میرٹھی۔ ساحر ہوشیارپوری۔ عالم فتح پوری۔ اختر رضوانی۔ رام کرشن مضطر۔ عزیز وارثی۔ نریش کمار شاد۔ عمر انصاری۔ گلزار دہلوی۔ شمیم جے پوری۔ سالک رحمانی۔ بہار برنی۔ جوہر بجنوری۔ پنڈت خوشدل۔ ہلال سیوہاروی۔ سلیم لکھنوی۔ محمود ساقی اور مائل میرٹھی۔

اس مشاعرے کی صدارت عالی جناب پنڈت شیونانتھ کاٹجو جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد نے کی اور اسٹیج سکریٹری کے فرائض کنور مہندر سنگھ بیدی سحر نے سرانجام دئے۔ مشاعرہ پونے دس بجے رات شروع ہوا اور سوا دو بجے تک چلتا رہا۔ (ہمالیہ سیوک دہرہ دون)

جموں و کشمیر یونیورسٹی کی طرف سے شیکسپیر کی صد سالہ تقریب

جموں و کشمیر یونیورسٹی شعبۂ اردو و فارسی (نسیم باغ) سرینگر کی جانب سے شیکسپیر کی صد سالہ تقریب ۴ رجولائی سنہ ۶۴ء کو وائس چانسلر پروفیسر پی۔ ایم۔ اڈوانی کی صدارت میں منائی گئی۔ پروفیسر عبدالقادر سروری صدر شعبۂ اردو و فارسی جموں و کشمیر یونیورسٹی نے صاحب صدر اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ حسب ذیل مقررین نے تقریریں کیں۔

۱۔ ڈاکٹر محمد سلطان وانٹ۔ صدر شعبۂ انگریزی
۲۔ پروفیسر عبدالرحمان راہی۔ شیکسپیر کا مزاج
۳۔ پروفیسر عبدالقادر سروری۔ شیکسپیر اور اردو ڈرامہ
۴۔ پروفیسر گنجو ووڈرونٹ۔ شیکسپیر کے ڈراموں سے اقتباسات اور نظمیں سنائیں۔
۵۔ مس راج دلاری۔ متعلم ایم۔ اے ہندی۔ اقبال کی نظم شیکسپیر ترنم سے سنائی۔

پروفیسر اڈوانی نے اپنی صدارتی تقریر میں شیکسپیر کی عالمی اہمیت پر روشنی ڈالی اور شعبۂ اردو و فارسی کے اس اقدام کو سراہا۔ چائے اور پروفیسر حامدی کے شکریہ کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

پانڈو راجا کی دھی بی

بردوان، مغربی بنگال، میں "پانڈو راجا کی دھی بی" کی کھدائی کا کام ایک مدت سے جاری ہے۔ کھدائی میں برآمد شدہ اشیا سے ہندوستان کی ہزار سالہ پیش مسیح تاریخ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بہت سی نکلی ہوئی چیزیں جزیرہ کریٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان برآمد شدہ اشیا پر قدیم کریٹی رسم خط کی تحریریں ملتی ہیں۔ ایک سنگی مہر کا در نوشتہ (انسکرپشن) پڑھ لیا گیا ہے۔ اس کا سہرا آثار قدیمہ کے ایک بیس سالہ برطانوی طالب علم جناب مائیکل رڈلی کے سر ہے۔ یہ طالب علم اب دوسرے نقش خطوط (پکٹوگراف) کے پڑھنے میں منہمک ہیں۔ سنگی مہر کا در نوشتہ AETH پڑھا گیا ہے۔ ریاست مغربی بنگال کے محکمۂ آثار قدیمہ کے ناظر (ڈائرکٹر)، جناب پی۔ سی۔ گپتا نے جواں سال طالب علم کی توثیق فرما دی ہے۔ مقامی باشندے خوش ہیں کہ ہندوستان کی تاریخ قدیم میں صوبۂ بنگال کو مزید چند روشن صفحات مل گئے۔

لغت کا ایک صفحہ

ACCENT ضرب؛ STRESS ضرب؛ STRONG STRESS کافی زوردار ضرب؛ NASALISED مغنونہ؛ TRANSLITERATION تنقیل؛ TRANSCRIPTION تخطیط؛ PHONOLOGY اصواتیات؛ PHONETICS صوتیات؛ PHONICS آوازیات؛ ECONOMY OF EFFORT کفایت جہدی؛ CENTENARY صد برسی؛ HEARTFELT دل اثر؛ HERO مبارز؛ HERO'S WELEOME مبارزانہ استقبال؛ SCIENCE OF FINGER PRINTS نقش انگشتیات؛ FINGER PRINTS نقش انگشت (نقش + انگشت)؛ WIND PIPE نفس نالی؛ DIRECTLY راست طور پر؛ INDIRECTLY غیر راست طور پر۔ (اقبال کرشن)

ظفر ادیب کو سرکاری وظیفہ

حال ہی میں جناب حکیم محسن ظفر ادیب کا پچھتر روپیہ ماہوار سرکاری وظیفہ مقرر کیا گیا ہے مرکزی انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری جناب آل احمد سرور اور محترمہ حمیدہ سلطان صاحبہ نے یہ وظیفہ مقرر کرانے میں صدق دلی سے کوشش فرمائی۔ (شان ہند، دہلی)

بچوں کے سرپرستوں سے ایک گذارش

مرکزی حکومت نے قومی یک جہتی کے مقصد کو تقویت دینے کے لئے جس سہ لسانی فارمولے کی سفارش کی تھی گزشتہ تعلیمی سال سے اس کا نفاذ ہماری ریاست یو۔پی میں ہو گیا ہے۔ ڈائرکٹر آف ایجوکیشن یو۔پی نے ضلع کے اسکولوں کے انسپکٹر کو ہدایت کی ہے کہ وہ فی الحال چھٹی جماعت میں اس فارمولے کا نفاذ کر دیں اور آئندہ دو برسوں میں آٹھویں جماعت تک اس پر عمل درآمد ہونے لگے۔ اس ہدایت کے مطابق ہندی اور انگریزی کے علاوہ تیرہ علاقائی زبانوں میں سے کسی بھی زبان کی تعلیم کا انتظام اسکولوں میں کیا جا سکتا ہے۔ ان میں اور زبانوں کے علاوہ سنسکرت اور اردو بھی شامل ہیں۔ اس گشتی مراسلے کے مطابق جس اسکول میں بچوں کے سرپرستوں کی اکثریت جس زبان کی تعلیم کا مطالبہ کرے گی ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل کو اس کا انتظام کرنا ہوگا لیکن اگر سرپرستوں کی قابل لحاظ تعداد کسی دوسری زبان کی تعلیم کی خواہش ظاہر کرے اور اس کا انتظام ممکن ہو تو ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل کو اس کا انتظام بھی کرنا چاہئے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہندی سے جتنی قریب اردو ہے شاید ہندوستان کی کوئی دوسری زبان نہیں ہے پھر ہماری ریاست میں چند برس پہلے تک اردو کی تعلیم کا جو رواج رہا ہے اس کے پیش نظر اب بھی اسکولوں میں اس کا انتظام چنداں دشوار نہیں ہے۔ علاوہ ازیں بچوں کے لئے اردو کا سیکھنا کسی دوسری زبان کے مقابلے میں بہت زیادہ آسان ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے سرکاری زبان ہندی ضرور پڑھیں اور اس میں مہارت حاصل کریں۔ ساتھ ہی انھیں اردو بھی پڑھنی چاہیے اور اس میں ادب اور شاعری کا جو ذخیرہ ہے اس سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے اس لئے ہماری آپ سے پُر زور درخواست ہے کہ آپ یو۔پی سرکار کی اس پیش کش سے فائدہ اٹھا کر متعلقہ اسکولوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کی درخواست دیں کہ آپ کے بچوں کو چھٹی جماعت میں تیسری زبان کی حیثیت سے اردو جو اتحاد کی نشانی ہے اور جو یو۔پی میں عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے پڑھانے کی سہولت مہیا کی جائے۔ یہ بہت ضروری بات ہے اور ہمیں امید ہے کہ آپ اس سہولت سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

منجانب

انجمن ترقی اردو شاخ علی گڑھ

کوٹہ راجستھان میں اردو کے داخلے

یکم جولائی سے انجمن ترقی اردو کوٹہ شاخ جے پور نے اردو طلبا کے داخلے کی مہم شروع کی۔ مختلف وارڈس میں انجمن کے کارکن مقرر کئے گئے۔ جناب عقیل احمد صاحب شاداب اور عبدالحمید صاحب نے برج راجپورہ میں کافی محنت و جانفشانی سے کام کیا۔ چھاؤنی مڈل اسکول میں جناب محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ اور جناب اکبر صاحب مستری کی مدد سے اوّل جماعت میں اردو جاری کروائی گئی۔ پاٹن پول مڈل اسکول میں پہلی جماعت میں قریب قریب ۷۰ طلبا کا داخلہ کروایا گیا۔

راجپورہ مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے جماعت ششم میں اردو کا داخلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس سلسلے میں انجمن کا وفد جناب محمد حسین صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن جناب عقیل احمد صاحب جوئنٹ سیکریٹری، جناب ڈوڈم صاحب ممبر انجمن پر مشتمل ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز سے ملا۔ اور ایک شکایتی درخواست ہیڈ ماسٹر صاحب کے غلط رویہ اور بد سلوکی کے بارے میں پیش کی گئی۔ ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز جناب چھیل بہاری لعل سکسینہ نے اسی وقت اردو جماعت میں داخلے کا حکم فرمایا۔ اب جو طالب علم جماعت نہم میں اردو اختیاری مضمون کی حیثیت سے اور سہ لسانی فارمولے میں پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لئے جد و جہد جاری ہے۔

جماعت سوم سے پنجم تک اردو کی کتابیں جناب شاغل صاحب جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اردو جے پور اور ان کے رفقا کی کوشش سے چھپ ہو چکی ہیں۔ ان کو خرید کر طلبا تک پہنچانے کی کوشش جاری ہے۔

عبد الرحیم سیکریٹری انجمن ترقی اردو کوٹہ

شکر نگر میں محفل نثر

انجمن ترقی اردو شاخ بودھن کی طرف سے ایک محفل نثر زیر صدارت مولوی ابو الخیر صاحب صبا ترتیب دی گئی جس میں حافظ رفیق احمد صاحب اشفاق، ہربندر کمار صاحب استھانہ، ظفر عالمگیر صاحب، شاہد قادری صاحب، حمایت علی مگا ناصحت، زبیدہ صابری صاحب، بیگم رضا حامد صاحبہ، شید رحید ردی صاحب، نصرت تسنیم صاحب، عبد المنان صاحب فاروقی صاحب نے اپنے مضامین و افسانے سنائے۔ (ساتو حیدرآباد جنوبی)

دار المطالعہ انجمن بودھن

جناب شید حیدری صاحب محافظ دار المطالعہ و کتب خانہ انجمن ترقی اردو شاخ بودھن واقع شکر نگر نے اطلاع دی ہے کہ دار المطالعہ سے ماہ جون ۱۹۶۲ء میں (۸۳۶) ناظرین نے استفادہ فرمایا۔ (ساتو حیدرآبادی متعد)

ڈائرکٹر ایجوکیشن راجستھان توجہ دیں

جہاں گورنمنٹ تعلیم کی مختلف طبقوں کو ہر مضمون پڑھنے کی آسانی دی ہے۔ وہاں طلبار کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل اور کوالیفائڈ ٹیچرس رکھے جاتے ہیں۔ راجستھان میں قریب قریب ہر مضمون کے سینیر ٹیچرس ہائر سکنڈری اسکولوں میں ہیں اور جب کہ اردو مضمون بھی ہائر سکنڈری اسکولوں میں چل رہا ہے تو تعجب ہے کہ اب تک ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو پڑھانے کیلئے سینیر ٹیچرس کی تقرری نہیں کی گئی ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اردو کوئی مضمون ہی نہیں ہے۔ اردو پڑھنے والے طلبار کا امتحان تو بورڈ سے ہوتا ہی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ڈائرکٹر جوشی صاحب کے زمانہ میں اردو کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اگر ایسے انصاف پسند ڈائرکٹر صاحب کے زمانہ میں اردو کے سینیر ٹیچرس مقرر نہ کئے گئے تو پھر کیا امید کی جاسکتی ہے۔ توقع ہے کہ جے پور، اجمیر، بیکانیر، ٹونک اور کوٹہ کے ہائر سکنڈری اسکولوں میں جہاں اردو گیارھویں جماعت تک چل رہی ہے۔ اردو سینیر ٹیچرس (ایم۔ اے اردو) ان جماعتوں کو پڑھانے کے لئے مقرر کئے جائیں گے۔ (فتح حسین ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اردو کوٹہ)

انجمن گلبرگہ کے انتخابات

انجمن ترقی اردو (شاخ) گلبرگہ کے انتخابات برائے سال ۶۴ء–۱۹۶۳ء زیر نگرانی جناب سید خورشید حسن صاحب ایڈوکیٹ، اوائل ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں منعقد ہونگے رکنیت سازی ۲۰ر جولائی ۱۹۶۴ء تک جاری رہے گی اور پرچہ ہائے نامزدگی کے ادخال کی آخری تاریخ ۲۸ر جولائی ۱۹۶۴ء ہوگی دستبرداریاں ۲۹ر جولائی ۱۹۶۴ء تک قبول کی جائیں گی انتخابات ۹ر اگست ۱۹۶۴ء کو منعقد ہونگے۔

(صدر انجمن ترقی اردو (شاخ) گلبرگہ)

ضرورت ہے

انجمن ترقی اردو ہند۔ علی گڑھ کے دفتر کے لئے ایک محاسب (ACCOUNTANT) کی ضرورت ہے وہی امیدوار درخواست دیں جو مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرسکیں۔

(۱) امیدوار کم سے کم بی کام ہو اور حساب کتاب رکھنے کا عملی تجربہ رکھتا ہو۔

(۲) اردو جانتا ہو، حسابات انگریزی میں رکھ سکتا ہو۔

(۳) عمر ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۴ء کو ۴۰ سے زیادہ نہ ہو (تجربہ، صحت اور امتیازی خصوصیات کے مدنظر عمر میں رعایت بھی ممکن ہے)

تنخواہ اور گریڈ: ۱۵۰۔۱۰۔۳۰۰، گرانی الاؤنس حسب قاعدہ۔ مستقل ہونے پر پراویڈنٹ فنڈ، خصوصی حالات میں ابتدائی یافت زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔

درخواستیں مع نقول اسناد جنرل سکریٹری کے نام ۳۱ر جولائی ۱۹۶۴ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا روسی زبان میں ترجمہ

ایک نوجوان روسی مستشرق بی گلیویف نے روسی سائنسی اکاڈمی کی ایشیائی عوام کی درسگاہ میں لسانیات پر مقالہ پیش کیا ہے روسی سفارت خانے کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ روسی (جوان) نے پاکستان کے ممتاز ادیب مسٹر ندیم احمد قاسمی کی کہانیوں کا ترجمہ کیا ہے انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے مکمل اردو روسی اور روسی اردو ڈکشنری بھی تیار کی ہے انھیں زبان کا اتنا عبور حاصل ہوگیا ہے کہ انھوں نے روسی یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے نصابی کتاب بھی تیار کی ہے مقالے میں انھوں نے حالی اور آزاد سے لے کر دور حاضر کے ادیبوں اور شاعروں کی تحریریں اور کلام شامل کیا ہے۔

(ہندوستان بمبئی)

غیر ہندی علاقوں میں ہندی کی تعلیم کیلئے ایک ہزار وظائف

نئی دہلی ۱۱ر جولائی حکومت ہند ۶۵–۱۹۶۴ء کے دوران ہندی میں میٹرک کے بعد کی تعلیم کے لئے ایک ہزار وظائف دے گی۔ یہ وظائف ایسے طلبار کو دئے جائیں گے جو یا تو ہندی نہ بولنے والی ریاستوں کے رہنے والے ہیں یا جن کی مادری زبان ہندی نہیں ہے اور انھوں نے اس سال ۱۹۶۴ء کا میٹرک امتحان ہندی کے ساتھ پاس کیا ہے۔

(قومی آواز لکھنؤ)

اردو ڈراما کے فروغ کے لئے

ساہتیہ اکاڈمی کیطرف سے انعام کا اعلان

آندھرا پردیش کی ساہتیہ اکاڈمی نے اردو میں ڈرامائی ادب کے نشوونما اور فروغ کے لئے "بہترین اردو ڈراما" پر ایک ہزار ایک سو سولہ روپیہ کا نقد انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اکاڈمی کی اس تحریک و تجویز سے اردو کے ادیب ڈراما نگاری کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس فن کے فروغ کے لئے کوشش کریں گے، ہندوستان بھر کے ڈراما نگاروں کو اس مقابلے میں حصہ لینے کی عام اجازت ہے ڈرامے تعلیمی تاریخی یا سماجی ہوں اور مکمل دو گھنٹے تک انھیں کھیلا جاسکے

(آزاد ہند لکھنؤ)

اردو داخلہ مہم

انجمن ترقی اردو لکھنؤ کا ایک جلسہ اردو داخلہ مہم کے سلسلے میں ہوا جس میں یہ طے کیا گیا کہ مادری زبان اردو کی اہمیت پر سرپرستوں کو زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جائے۔ کالجوں اور اسکولوں کے ذمے داروں سے انجمن کا ایک وفد ملے اور اردو تعلیم رائج کرنے کی درخواست کرے۔

اس جلسے میں شہر کے جو سرکردہ اصحاب شریک تھے انھوں نے اس مہم میں انجمن کے ساتھ پورا تعاون کرنے کا وعدہ کیا۔ (قومی آواز لکھنؤ)

اقبال کرشن

خوش صوتی

فصاحت کی تعریف آپ کے یہاں جو بھی ہو، اس کی خصوصیات میں ایک اسیر سے جانتے ہیں، متکلم کی خوش صوتی بھی ہے، اور قابل کے لئے جو خوش صوتی ہے، وہی سامع کے لئے خوش سماعتی ہے خوش صوتی ان اصوات کے استعمال پر منحصر ہے جن کے تلفظ سماعت پر گراں نہ گزریں۔ ہندی کے مقابلے میں اردو کو میٹھی زبان اسی لئے کہتے ہیں کہ ہندی سنسکرت سے چپٹی رہ کر بدصوت اور بد سماعت اصوات کے استعمال پر بضد رہتی ہے جب کہ اردو فارسی سے قریب رہ کر ان بدصوت اور بد سماعت اصوات کا استعمال بہت کم کرتی ہے۔ بین الاقوامی صوتیات کے لحاظ سے تمام لثوی مصمتے (ٹ، ڈ، ڑ) بدصوت اور بد سماعت کہے جا سکتے ہیں، لیکن ہندوستانی صوتیات کے اعتبار سے [ٹ] کو ہم بدصوت نہیں کہہ سکتے، ہاں [ڈ] اور [ڑ] اپنے بہت سارے بدصوت اور بد سماعت الفاظ کے پیش نظر بدصوت ہیں۔ اگر آپ ہندوستان کی تمام زبانوں میں کی گالیاں اور گندے الفاظ جمع کریں گے تو آپ ہی دیکھیں گے کہ ننانوے فی صدی ایسے الفاظ ان ہی دو اصوات کے مرہون منت ہیں۔ اردو کے بعد اگر کوئی ہندوستانی زبان میٹھی ہے تو وہ بنگلہ زبان ہے اگر آپ نے "کام سوتر" پڑھی ہے تو آپ کو یاد ہو گا جہاں مختلف مقامات کی عورتوں کے خصائص کا بیان ہے، وہاں بنگالی عورتوں کی زبان کو میٹھی کہا گیا ہے۔ یہ بنگلہ زبان اس لئے میٹھی ہے کہ اس میں ان دو اصوات کا استعمال نسبتاً کم ہے۔ آج جو لوگ راون کو راونڑ شراون کو شراونڑ، اور پانی کو پانڑی لکھتے ہیں، وہ اپنی بدصوتی اور بد سماعتی کا ثبوت دیتے ہیں اور آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک بات اور ہے بعض خوش صوت اصوات آپس میں غیر مناسب طور پر مل کر بدصوت ہو جاتے ہیں۔ اسی "خوش صوت" کو لے لیجئے۔ "ش" اور "ص" کا تلفظ یکے بعد دیگرے بہت مشکل ہے۔

پھر نثری خوش صوتی اور شعری خوش صوتی الگ الگ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک جملہ بہت خوش صوت اور خوش سماعت ہو، لیکن اگر وہی جملہ ایک مصرعہ ہو اور اسے تقطیع کے مطابق پڑھا جائے تو کوئی ضروری نہیں کہ اس حال میں بھی وہ خوش صوت ہی ہو۔

خریدار نمبر میں تبدیلی

بعض خریداروں کے نمبروں میں انتظامی سہولت کی وجہ سے تبدیلی کر دی گئی ہے براہ کرم خریدار صاحبان اپنے نئے نمبر نوٹ فرمالیں اور خط کتابت میں ان کا حوالہ ضرور دیں۔ منیجر

گرم برادران کی جرمن لغت

مغربی جرمنی کی خبر ہے کہ گرم برادران کی جرمن لغت کی آخری ۱۰ جلدوں کی تدوین کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اب ان پر نظر ثانی کی جا رہی ہے۔

آج سے ۱۲۵ سال قبل یاکوب گرم نے اپنے بھائی کے ساتھ مل کر جرمن لغت کی تدوین کا کام شروع کیا تھا۔ ان دونوں کے انتقال کے بعد جرمن عالموں نے اس کام کو جاری رکھا۔ پچھلی جنگ عظیم میں کام رک گیا تھا مگر پھر فوراً ہی شروع ہو گیا۔ تدوین لغت کا کام مغربی اور مشرقی جرمنی کے عالم مل کر کر رہے ہیں۔

یاکوب گرم محتاج تعارف نہیں، خصوصاً دنیائے لسانیات میں مشہور لسانی اصطلاح umlaut ان ہی کی وضع کردہ ہے۔

یہ لغت جرمن زبان کی سب سے مکمل لغت ہو گی اور جرمن زبان کی تمام بولیوں پر محیط ہو گی۔

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

وارسا یونیورسٹی کا مشرقی علوم کا ادارہ

مشرقی علوم کا یہ ادارہ وارسا یونیورسٹی میں ۱۹۳۳ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس وقت اس میں علم الہند، مصریات، ترکیات اور چینی علوم کے شعبے تھے اور ایک کتب خانہ تھا۔ ادارہ سے ایک پرچہ "پولش اورینٹل بلیٹن" کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۳۸ء میں مشرق کی زندہ زبانوں کا بھی شعبہ کھولا گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں اس ادارہ کی عمارت اور اس کا سارا اثاثہ ضائع ہو گیا اور اس کے کارکن کچھ تو مر کھپ گئے اور کچھ روپوش اور منتشر ہو گئے۔

آزادی کے بعد اس کے احیاء کا کام شروع ہوا اور دس سال کے اندر ہی اندر یہ ترقی کی معراج کو پہونچ گیا۔ اب اس میں کچھ اور شعبوں کا اضافہ ہو گیا ہے اور ادارہ نہایت مفید کام انجام دے رہا ہے۔

اس ادارہ کے شعبہ علم الہند کے ڈائرکٹر پروفیسر سلوز کیوز ہیں اور قدیم و جدید ہندوستانی زبانوں کے مطالعے پر اس شعبہ کی خاص توجہ ہے، ہندوستان کی قدیم زبانوں میں سنسکرت اور پالی اور جدید زبانوں میں بنگالی، ہندی اور اردو پر کافی کام ہوا ہے، ہندوستانی ثقافت کا مطالعہ بھی اس شعبہ کی مصروفیات کا ایک اہم جزو ہے۔

اس ادارہ کے دوسرے شعبے متعلقہ ملکوں کی ثقافت، ادب اور زبانوں کی تحقیق و مطالعے کے کام میں مصروف ہیں۔ دراصل یہ ادارہ وارسا یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات کا ہی ایک ذیلی شعبہ ہے۔ یہاں مختلف زبانوں کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہر زبان کی تعلیم اسی ملک کے اساتذہ دیتے ہیں۔ پانچ سالہ نصاب کی تکمیل اور مقررہ امتحانوں میں کامیابی کے بعد ایم۔ اے کی ڈگری دی جاتی ہے، تحقیق کا کام کرنے والوں کے لئے بھی سہولت موجود ہے اور مقررہ نصاب پورا کرنے کے بعد پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔

اس ادارہ نے پولینڈ اور مشرقی ممالک کے درمیان ثقافتی تعلقات کو استوار کرنے میں بھی اہم کام کیا ہے۔

ہندی کی اشاعت کیلئے کمیٹی

مرکزی حکومت نے ہندی کی توسیع و اشاعت کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی بنادی ہے یہ کمیٹی مرکزی حکومت کو اس بارے میں بھی مشورہ دے گی کہ رفتہ رفتہ سرکاری کاروبار میں ہندی کو انگریزی کی جگہ کس طرح لایا جائے۔ وزیر داخلہ گلزاری لال نندا اس کمیٹی کے صدر ہیں۔ اس کمیٹی کا نام ہندی صلاح کار کمیٹی ہے۔

(ہندوستان ٹائمز)

مراسلات

اردو میں معیاری رسالوں کی کمی

آپ کی توجہ مئی ۵۹ء کے ماہنامہ "شاہکار" الٰہ آباد کے اداریہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ جس میں ایڈیٹر شاہکار رقمطراز ہیں کہ "...... اس وقت ہندوستان میں اردو کا کوئی اعلیٰ درجہ کا ادبی رسالہ ہی نہیں ہے۔ جو چند ادبی رسالے ہیں بھی وہ سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں کیونکہ ان کے پاس سرمایہ نہیں ہے کہ مشہور ادیبوں کا تعاون حاصل کر سکیں یا اپنا ظاہری حسن ہی بڑھا سکیں۔

ہم اس سے قبل انجمن (انجمن ترقی اردو ہند) کے ارباب اقتدار کو انجمن کی طرف سے مقبول ادب کی اشاعت کی طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ اب ہم انجمن سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسے ادبی رسالہ کی اشاعت کا بھی انتظام کرے۔ جس میں ادبی ذوق کی تسکین کا ہر سامان موجود ہو۔ انجمن کے لئے مقبول ادب اور مقبول ادبی رسالہ کی اشاعت کے لئے لاکھ دو لاکھ روپے جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں ....

ہم چاہتے ہیں کہ دیگر معاصرین اور مصنفین بھی انجمن کو اس فرض کا احساس دلائیں اس سلسلہ میں انجمن کے جنرل سکریٹری جناب آل احمد سرور کو براہ راست لکھا جا سکتا ہے۔"

میرا خیال ہے کہ جناب محمود احمد ہنر صاحب نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آج ہندوستان میں شائع ہونے والے سیکڑوں رسائل میں ایک بھی ایسا پرچہ نظر نہیں آتا جس کو ہم ہر لحاظ سے ایک مکمل جریدہ کہہ سکیں۔ جس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ ہمارے ادبی پرچوں کی ایک بڑی مجبوری تو ان کے مالی وسائل کی کمی ہے۔ اسی لئے وہ بڑے ادیبوں کا تعاون حاصل نہیں کر سکتے اور ہمارے ادیبوں کی نظریں پاکستانی پرچوں کی طرف لگی رہتی ہیں۔ اردو کی شاید یہ ایک بدنصیبی ہی ہے کہ اس میں شائع ہونے والے ڈھیر سارے پرچوں میں ایک بھی رسالہ ایسا نہیں کہ وہ اس زبان کا نمائندہ پرچہ بننے کا فخر حاصل کر سکے۔ یہ ایک بڑی کمی ہے اور اس کمی کو پورا ہونا چاہئے۔ انجمن کے وسائل اگر زیادہ وسیع نہیں تو محدود بھی نہیں ہیں اگر انجمن اس سلسلہ میں قدم اٹھائے تو ایک مقبول ادبی پرچہ کا اجرا ہو سکتا ہے۔ اور وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کا سہرا انجمن کے سر رہیگا۔ مجھے امید ہے کہ انجمن ترقی اردو اس سلسلہ میں غور کرے گی۔ اگر آپ اس میں دلچسپی لیں تو یہ اردو کے لئے فال نیک ہو گی ساتھ ہی میں "ہماری زبان" کے تمام پڑھنے والوں سے گزارش کروں گا کہ اپنے مشوروں سے وہ انجمن ترقی اردو ہند کو آگاہ کریں۔ تاکہ انجمن اس مناسب تجویز پر غور کر سکے۔ (ابراہیم اختر)

مشترکہ رسم خط

جو ہم سے تمام ہندوستانی زبانوں کے لئے ایک مشترک رسم الخط

کی "تلاش" جاری ہے۔ اور اس سلسلہ میں "بڑوں" کے درمیان بحثیں بھی چل رہی ہیں اس تلاش کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ اس سے ملک میں یک جہتی پیدا ہوگی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا لسانی فرق ہی ملک میں انتشار کا اصل سبب ہے؟ اخبارات مظہر ہیں کہ ملک کے صوبوں میں مختلف موضوعات پر اکثر تنازعے ہوتے رہتے ہیں، ان تنازعات کے باوجود آزادی کے بعد سے اب تک ملک کو کئی نئے ٹکڑوں (صوبوں اور ضلعوں) میں تقسیم کیا جاچکا ہے۔ زمین اور آبادی کی اس تقسیم کا بھی سب سے بڑا فائدہ یہی بتایا گیا کہ ملک سے انتشار دور ہوگا۔ جس وقت ملک آزاد ہوا ہے ہمارے یہاں خیالات کی بنا پر بھی انسانوں کی تقسیم بہت محدود تھی لیکن آج ملک میں مختلف جماعتوں (سیاسی تمدنی اور مذہبی) کی تعداد بہت زیادہ ہے اور لطف یہ ہے کہ ان سب کے وجود کو حکومت تسلیم بھی کرتی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ملک میں بعض مذہبی جماعتیں ایسی بھی موجود ہیں جو "حکومت" کی عنان خود اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہتی ہیں، اور ایک مذہبی رہنما بہ بانگ دہل یہ اعلان کر سکتا ہے کہ اپنے صوبہ میں وہ اپنے مذہب کا حاکم اعلا دیکھنا چاہتا ہے۔ ہماری حکومت میں ان تمام تقسیموں کی اجازت ہے اور خیال ہے کہ اس سے قومی یک جہتی پر خوشگوار اثرات مرتب نہیں ہوتے تعجب ہے کہ ان سب کو گوارا کرنے والوں کی نگاہوں میں محض لسانی تفریق کیونکر قومی سالمیت کو مجروح کرتی ہے!

زبانوں کے لئے ایک رسم الخط تلاش کرنا ایسا ہی ہے جیسے تمام لوگوں کے لئے ایک پوشش ایک وضع مقرر کردی جائے ان کے لئے ایک سیاسی نظریہ متعین کردیا جائے اور ان کو ایک مذہب دیدیا جائے۔ اگر یہ سب کچھ ممکن نہیں تو ایک رسم الخط ہی پر اصرار کیوں؟

بہرحال اگر یہ بات طے کرہی لی گئی ہے کہ تمام ہندوستانی زبانوں کا ایک مشترک رسم الخط متعین کیا جانا ناگزیر ہے تو اس سلسلہ میں ہمارے سامنے تین رسم الخط ہیں:۔

۱۔ رومن　۲۔ دیوناگری　۳۔ فارسی

رومن رسم الخط کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ہندوستان کی ہر زبان کے لئے غیر مانوس اور اجنبی ہے، اس پر ہمیں بھی اصرار نہیں۔ دیوناگری رسم الخط اس لئے پسند کیا جاتا ہے کہ یہ خالص ہندوستانی ایجاد ہے اور یہاں کی کئی زبانوں کے لئے مانوس ہے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس قدر "ٹھیٹھ ہندوستانی" ہے کہ باہر کی تمام دنیا کے لئے نامانوس ہے۔ خود اسی ملک کی بڑی آبادی اس سے واقف نہیں، یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ملک کی تمام زبانیں اس کو استعمال کرتی ہیں بہرحال یہ رسم الخط "خانگی" استعمال کے لئے برا نہیں البتہ تمام ہندوستانی زبانوں کا مشترک رسم الخط بننے کی اس میں صلاحیتیں نہیں ہے۔

فارسی رسم الخط بھی دیوناگری کی طرح ملک کی کئی زبانوں کے استعمال میں ہے "گھر" کے باہر نکلئے تو معلوم ہوگا کہ متعدد ممالک میں اس کا دور دورہ ہے خصوصاً ایشیا اور افریقہ کی اکثریت (مصر، ایران اور عراق وغیرہ) اسی رسم الخط کو استعمال کرتی ہے آج جب کہ ہم اپنے پڑوسی ممالک سے تعلقات بہتر بنانا چاہتے ہیں، اس رسم الخط کی اہمیت ظاہر ہے۔ یہ ان تمام ممالک سے اتحاد قایم کرنے کا ایک اہم اور قابل قدر وسیلہ بن سکتا ہے۔ اس کا ترک ملک کی بڑی محرومی ہوگی۔ خود اپنے ملک کے حالات پر نگاہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ صدیوں سے ہمارے ملک میں سرکاری کاموں کے لئے اس کا استعمال رہا ہے۔ اس میں سرکاری امور کی ادائیگی کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس کے برخلاف دیوناگری رسم الخط کے متعلق کوئی ثبوت موجود نہیں کہ اس میں یہ صلاحیتیں پائی بھی جاتی ہیں۔

فارسی رسم الخط میں ہمارے ملک کی تاریخ، معاشرت تمدن، سیاست کے متعلق وہ تمام تحریریں موجود ہیں جن سے دیوناگری رسم الخط یکسر نا آشنا ہے۔ ہندوستان کے ماضی کے متعلق کوئی بھی سرکاری یا نیم سرکاری تحریر صرف فارسی رسم الخط میں ہی مل سکتی ہے، اس کو نظر انداز کرکے اپنے ماضی کے متعلق صرف ثانوی ذرایع ہی سے استفادہ کرسکیں گے اصل ماخذ تک ہماری رسائی ممکن نہ ہوگی۔

فارسی رسم الخط کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ چونکہ سرکاری اور نیم سرکاری دفاتر میں رائج رہا ہے اس لئے اسے ملک کے تمام افراد اور تمام قصبوں دفتروں تک رسائی حاصل ہوئی ہے یہ سب کے لئے مانوس ہوچکا ہے۔ ہر مذہب اور مسلک کے لوگوں میں رائج ہوچکنے کے سبب یہ قومی یک جہتی کے مقصد کے حصول کے لئے بھی زبردست آلۂ کار بن سکتا ہے۔ اس کے برخلاف دیوناگری رسم الخط ایک مخصوص حلقۂ خیال تک محدود رہا ہے، دوسروں میں نہ یہ پہنچا اور نہ دوسروں کے عقائد اور خیالات سے یہ آشنا ہوسکا۔ ایسی صورت میں اس کو اگر قبول کرلیا گیا تو اندیشہ ہے کہ قومی سالمیت کو اور بھی زیادہ شدید مسائل کا سامنا ہوسکتا ہے۔

فارسی رسم الخط کی یہ خوبی بھی قابل ذکر ہے کہ اس میں وقت اور جگہ کی بھی کافی بچت ہوتی ہے اور موجودہ مادی دور میں یہ بھی بڑی نعمت ہے، اس کو نظر انداز کرکے کسی ایسے رسم الخط کا قبول کرنا جس میں وقت اور جگہ کا صرف زیادہ ہو، مناسب نہیں۔ لے معمولی فہم و فراست رکھنے والا شخص بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا کیا چلئے تو بہرحال عنقریب رسم الخط کی متعلق کوئی قطعی فیصلہ کرنے والے اس امر پر بھی غور کریں گے

(اشفاق حسین)

عبد الحی

تبصرہ

سہ ماہی نخلستان، اودے پور

ایڈیٹر: پروفیسر پریم شنکر سری واستو
شمارہ ۱ و ۲ (اپریل و جولائی ۶۲ء)
ناشر: ساہتیہ اکیڈمی، راجستھان، اودے پور
قیمت: دو روپے

ساہتیہ اکیڈمی راجستھان نے اردو کا یہ سہ ماہی رسالہ نکال کر وقت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اکیڈمی کا یہ اقدام نہایت مستحسن ہے اور ہم اس پرچے کا گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

زیر نظر شمارہ سال رواں کے پہلے اور دوسرے نمبروں پر مشتمل ہے اور اس کی ضخامت ۱۰۸ صفحات ہے۔ اس شمارے میں چار مقالات، دو فیچر، ایک ڈرامہ، ایک منظوم خاکہ، تین افسانے، ایک تعارف اور ایک نادر خط کے عنوان سے انگریزی کے مشہور انشا پرداز اور ناقد ڈاکٹر جانسن کے ایک خط کا اردو ترجمہ شامل ہیں اس کے علاوہ خاصی تعداد میں نظمیں اور غزلیں ہیں اور آخر میں پرچے کے اجرا پر تہنیتی خطوط اور ایک مختصر خبر نامہ ہے۔

مقالات کے حصے میں سمت پرکاش شوق کا مقالہ "آواز مری گیسوئے شب کھول رہی ہے۔" دیہ فراق گورکھپوری سے ان کا ایک انٹرویو ہے، خاصی اہمیت کا حامل ہے اس میں خود فراق نے اپنے شعری نشو و نما اور ذہنی پس منظر کے متعلق چند اہم انکشافات کئے ہیں، اس سلسلے میں فلسفۂ شعر کے بعض اہم اصول بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ مفتوں کوٹوی کا مقالہ ثابت لکھنوی مرحوم کی ادبی ضیا پاشیاں" غدر کے زمانے کے ایک خوشگو شاعر کی زندگی اور شاعری کا اچھا مطالعہ ہے۔ اختر شیرانی کی شاعری پر بے شمار مضامین لکھے جا چکے ہیں مگر ان کی نثر پر کم ہی لکھا گیا ہے، زیر نظر شمارے میں یونس حسنی کا مضمون "اختر شیرانی کی نثر نگاری" اس سلسلۂ مضامین میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ سید فضل المتین نے راجستھان کے قدیم اخبارات کے متعلق اہم اور مفید معلومات بہم پہونچائی ہیں۔ متین صاحب جانے پہچانے لکھنے والوں میں ہیں اور ان میں تحقیق کا جذبہ اور شعور دونوں ہیں ان کے متعدد تحقیقی مضامین شایع ہو چکے ہیں مقالات کے حصے کے اور مضامین بھی قابل قدر ہیں۔

پرکاش پنڈت کا ایکانکی ڈرامہ دوراہا" خیال انگیز ہے افسانے تینوں اچھے ہیں اور ہمارے اپنے زمانے کی دھڑکتی کھدبتی زندگی کے عکاس

غزلوں اور نظموں کے حصے میں چند ایک بھاری بھرکم نام بھی موجود ہیں لیکن زیادہ تر تخلیقات راجستھان کے نوجوان شاعروں کی ہیں۔

اڈیٹر نے "چند باتیں" کے عنوان سے اپنے اداریٔ نوٹ میں ٹھیک ہی کہا ہے کہ "ہمارے صوبہ میں شاعر تو بہت ہیں لیکن نثر لکھنے والوں کی کمی ہے" بہتر ہو اگر راجستھان کے یہ نوجوان فنکار نثر نگاری کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں۔

ادارہ کا یہ فیصلہ کہ اردو کی خدمت کے ساتھ ہی یہ پرچہ مقامی فنکاروں کی ادبی تربیت کا وسیلہ بھی ہوگا نہایت مناسب ہے اور امید ہے کہ مقامی فنکار اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔

نخلستان کا زیر نظر شمارہ خاصا معیاری ہے۔ امید ہے کہ اس پرچے کے آئندہ شمارے پابندیٔ وقت کے ساتھ نکلتے رہیں گے حصۂ نظم اگر محدود رکھا جائے تو اچھا ہے۔ اس سے مقامی فنکاروں کو نثر نگاری کی ترغیب ہوگی اور وہ اس طرف زیادہ توجہ کر سکیں گے

مشہور شخصیتوں کی تحریریں دستیاب ہوئیں

لینن گراڈ کی ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ حال میں مرکزی ریاستی تاریخی آرکائیوں میں بنک کی دستاویزات کے درمیان ایک فائل ملا ہے، جس میں انتہائی قیمتی تاریخی دستاویزیں ملے ہیں۔

اس فائل میں خطوط، انتساب، میمورنڈم اور مختلف درخواستیں ہیں جن پر بہت سارے مشہور ادیبوں، موسیقاروں، شاعروں، سائنس دانوں اور سیاسی رہنماؤں کے دستخط ثبت ہیں۔ دستخط کرنے والوں میں وکٹر ہیوگو، روسو، الکسانڈر ڈوماس، نپولین، والٹیر، ترگنیف، بیرنگر، میگانینی، دیرودت، کیتھرائن دوم، ڈوکودسکی، بینسنر، فریڈرک ولہلم اور دوسرے لوگ شامل ہیں یہ تاریخی مسودے گزشتہ صدی میں دان دروں نے جمع کئے تھے جسے اس کے وارثوں نے بنک میں ڈال دیا تھا۔ (افکار بھوپال)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پبلشر نذیر حسن، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علیگڑھ سے شایع کیا